# محدثین صحاح ستہ

تحریر عبدالرشید عراقی

محدثین صحاح ستہ امام بخاری ، امام مسلم ، امام ابوداؤد ، امام ترمذی ، امام نسائی اور امام ابن ماجہ شامل ہیں۔ بعض علمائے اسلام نے ابن ماجہ کی بجائے امام مالک کو صحاح ستہ میں شامل کیا ہے۔ ذیل میں ان سات ائمہ محدثین کے حالات زندگی پر مختصراً روشنی ڈالی گئی ہے۔ (عبدالرشید عراقی)

## امام مالکؒ

امام مالک بن انس کی کنیت ابو عبداللہ اور امام دارالھجرہ لقب تھا اور ان کا تعلق خالص عرب خاندان سے تھا۔ ۹۳ھ میں مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ مدینہ منورہ عہد نبوی سے لے کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت کے ابتدائی دور تک دنیائے اسلام کا مرکز تھا۔ امام مالک نے جب ہوش سنبھالا۔ تو مدینہ منورہ علم وفن کا گہوارہ تھا۔ اور ان کا گھر خود علوم کا مرجع تھا۔ امام مالکؒ نے تعلیم کا آغاز قراءۃ قرآن مجید سے کیا اور امام القراء نافع بن عبدالرحمان (م ۱۶۹ھ) سے حاصل کی۔ (۱)

حدیث کی تحصیل آپ نے حضرت نافع مولیٰ ابن عمرؓ (م ۱۱۷ھ) سے کی۔ حضرت نافع نے کامل ۳۰ برس حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی خدمت میں گزارے تھے اس لئے محدثین کرام روایت "مالک عن نافع عن ابن عمر" کو سلسلۃ الذھب (سونے کی زنجیر) قرار دیتے ہیں۔ (۲)

امام مالک نے صرف ان اساتذہ اور شیوخ سے استفادہ کیا۔ جو علم وفضل عدالت وثقاہت۔ حفظ وضبط اور اخلاق و پاکبازی میں ممتاز تھے تاہم ان کے اساتذہ میں امام جعفر صادق (م ۱۲۱ھ) محمد بن یحیٰ انصاری (م ۱۲۱ھ) ابو حازم بن دینار (م ۱۴۰ھ) یحیٰ بن سعید انصاری (م ۱۴۳ھ) خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے انتقال کے بعد انکی علمی درسگاہ کے جانشین حضرت نافع ہوئے اور امام مالک نے حضرت نافع سے ۱۲ سال تک اکتساب فیض کیا اور حضرت نافع کے انتقال کے بعد امام مالکؒ انکے جانشین ہوئے اور ۶۲ سال تک آپ مسند حدیث پر فائز رہے۔ امام مالک کی مجلس درس بڑی پر تکلف ہوتی تھی۔ درس سے پہلے آپ وضو یا غسل کر کے عمدہ لباس زیب تن فرماتے اور اس کے بعد درس حدیث شروع کرتے۔

علامہ سید سلیمان ندوی (م ۱۳۷۳ھ) امام مالک کی مجلس درس کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"جاہ وجلال اور شان وشکوہ سے کاشانہ امامت پر بارگاہ شاہی کا دھوکا ہوتا تھا۔ طلبہ کا ہجوم۔ مستفتیوں کا اژدحام، امراء کا ورود، علماء کی تشریف آوری، سیاحوں کا گزر۔ حاضرین کی مؤدب نشست، درخانہ پر سواریوں کا انبوہ دیکھنے والوں پر رعب و وقار طاری کردیتا تھا۔"

امام مالکؒ صاحب حکومت نہ تھے لیکن صاحب حکومت ان کے آستانہ پر حاضری دیتے تھے پوری دنیائے اسلام امام صاحب کے علم و شہرت سے معمور ہوگئی اور تینوں براعظموں (ایشا، افریقہ، یورپ) کے مسافران علم کے کاروان جوق در جوق مدینہ منورہ کا رخ کررہے تھے اور اس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشین گوئی پوری ہوگئی کہ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ عنقریب وہ زمانہ آئے گا۔ جب لوگ طلب علم کے لئے اونٹ ہنکائیں گے۔ لیکن مدینہ کے عالم سے زیادہ کسی کو نہ پائیں گے۔

محدثین کرام نے اس پیشین گوئی کا مصداق امام مالک کو قرار دیا ہے اور امام مالک کے تلامذہ کی فہرست بہت طویل ہے۔ حافظ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ امام مالک کے تلامذہ کا شمار ناممکن ہے (۵) انکے مشہور تلامذہ میں امام ابویوسف (م ۱۸۲ھ) امام محمد بن حسن (م ۱۸۹ھ) اور امام محمد بن ادریس شافعی (م ۲۰۴ھ) شامل ہیں۔

امام مالک کے مذہب کی بنیاد فقہاء سبعۃ مدینہ پر ہے اور فقہاء سبعۃ مدینہ یہ ہیں:

سعید بن المسیب (م ۹۴ھ) عبداللہ بن عتبہ بن مسور (۹۸ھ) عروہ بن زبیر (۹۴ھ) قاسم بن محمد ابی بکر (م ۱۰۸ھ) ابوبکر بن الحارث بن ہشام (م ۹۴ھ) سلیمان بن یسار (م ۱۰۹ھ) خارجہ بن زید (م ۱۰۹ھ)

یہ حضرات اپنے زمانے میں مدینہ طیبہ میں علم و فقہ و حدیث کا مرجع تھے اور ان کا متفقہ فیصلہ مدینہ کی عدالت کا حکم فتویٰ تسلیم ہوتا تھا۔ (۶)

امام مالک کے علم و فضل کا اعتراف محدثین کرام اور علمائے اسلام نے کیا ہے۔ امام نسائی (م ۳۰۶ھ) فرماتے ہیں کہ:۔

امام مالکؒ احادیث نبویہ کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے امین و محافظ مقرر کئے گئے تھے (۷)

اور حافظ ذہبی (م ۷۴۸ھ) نے انہیں الامام، الحافظ، فقیہ الامت اور شیخ الاسلام کے القاب عطا کئے ہیں (۸)

اخلاق و کردار کے لحاظ سے بھی امام مالک کا رتبہ بہت بلند ہے۔ درس و افتاء سے فرصت ملتی تو زیادہ وقت عبادت اور تلاوت قرآن مجید میں صرف ہوتا۔ انہیں مدنیہ منورہ سے بے حد محبت تھی بغیر سفر حج کبھی مدنیہ سے باہر نہیں نکلے اور کبھی کسی سواری پر سوار نہ ہوئے۔ فیاضی اور مہمان نوازی میں بہت آگے تھے۔

خودداری اور جلالت شان کے ساتھ حلم وعفو کی صفات بھی ان میں بدرجہ اتم موجود تھیں (۹)

محمد ذوالنفس الزکیہ (م ۱۴۵ھ) نے جب خلیفہ منصور کی زیادتیوں کے خلاف علم بلند کیا تو امام مالک نے ان کا ساتھ دیا

۔اس پر گورنر مدینہ جعفر بن سلیمان نے آپ کو ۷۰ کوڑے لگوائے۔ اور اس کے بعد جبری طلاق کے سلسلہ میں امام مالک سے فتویٰ لینا چاہا تو امام مالک نے فرمایا ۔ کہ جبری طلاق کا کوئی جواز نہیں ہے ۔اس پر گورنر نے آپ کو کوڑے بھی لگوائے اور اونٹ پر بٹھاکر تشہیر بھی کرائی۔ لیکن امام مالک نے جبری طلاق کے جواز کا فتویٰ نہ دیا بلکہ آپ اعلان فرماتے:۔

جو مجھ کو جانتا ہے وہ جانتا ہے۔ جو نہیں جانتا وہ جان لے کہ میں مالک بن انس ہوں اور فتویٰ دیتا ہوں کہ جبری طلاق درست نہیں۔ (۱۰)

اس کے بعد جب خلیفہ مدینہ آیا تو اس نے گورنر مدینہ جعفر بن سلیمان سے قصاص لینا چاہا۔ لیکن امام مالک نے س کو منع کر دیا اور فرمایا کہ میں نے اس کو ہاشمی خاندان کا فرد ہونے کی وجہ سے معاف کر دیا ہے (۱۱)

امام مالک کی عمر ۸۶ سال کی ہوگئی تھی۔ مگر اس کے باوجود درس و افتاء کا سلسلہ جاری تھا۔ بہت ضعیف وناتواں ہوگئے بالآخر تین ہفتے بیمار رہ کر ۱۱ ربیع الاول ۱۷۹ھ کو مدینہ منورہ میں انتقال کیا اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ (۱۲)

امام مالک صاحب تصانیف تھے لیکن ان کی مشہور کتاب موطا ہے جو کتب خانہ اسلام میں پہلی تصنیف ہے۔ جو قرآن مجید کے بعد سب سے پہلے باقاعدہ فقہی ترتیب پر مرتب و مبوب ہوکر منصہ شہود پر آئی۔

موطا دراصل علوم مدینہ کا مجموعہ ہے جس کو امام مالک نے جمع کیا ہے اور یہ مجموعہ وثوق واعتماد کے اعتبار سے تمام کتابوں پر فوقیت رکھتا ہے اور امام مالک کے مذہب کی بنا اول حدیث صحیحہ اور بنائے ثانی آثار صحابہ وتابعین پر ہے اس لئے موطا اہل مدینہ کی روایات اور فتاوٰی کا بہترین انتخاب ہے۔ موطا کی صحت و مرتبہ کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ امام شافعیؒ (م ۲۰۴ھ) فرماتے ہیں:۔

روئے زمین پر کتاب اللہ کے بعد موطا امام مالک سے زیادہ صحیح کوئی کتاب نہیں ہے (۱۳)

## حواشی

(۱) تاریخ ابن خلکان ج ۵ ص ۶ ۔ (۲) البدایہ والنہایۃ ج ۱۰ ص ۱۷۴ (۳) حیات امام مالک ص ۳۷ (۴) جامع ترمذی ج ۲ ص ۹۳ (۵) ) البدایہ والنہایۃ ج ۱۰ ص ۱۷۴ (۶) الجواہر المضیہ ج ۲ ص ۴۲۱ (۷) کتاب الضعفاء والمتروکین ص ۳۵ (۸) تذکرۃ الحفاظ ج ص (۱۹۵) (۹) کتاب الامامہ والاسیاسۃ ج ۲ ص ۲۸۶ (۱۰) تاریخ ابن خلکان جلد ۲ ص ۳۸۳ (۱۱) ترتیب المتروک ص ۲۹۳ (۱۲) تاریخ ابن خلکان جلد ۲ ص ۲۸۴ (۱۳) تزیین الممالک ص ۴۳۔

## امام بخاریؒ

امام بخاری کا نام محمد بن اسماعیل، کنیت ابو عبداللہ امام المحدثین اور امیر المؤمنین فی الحدیث لقب تھے آپ کے والد اسمٰعیل بن ابراہیم کا شمار معتبر محدثین میں ہوتا ہے اور امام مالک (م ۱۷۹ھ) کے ممتاز تلامذہ میں تھے (۱۴)

امام بخاری ۱۳ شوال ۱۹۴ھ بخارا میں پیدا ہوئے۔ بچپن میں نابینا تھے۔ لیکن والدہ کی دعا کی برکت سے آنکھیں روشن ہوگئیں۔ ابھی کم سن ہی تھے کہ ان کے والد امام اسماعیل نے انتقال کیا۔ اس لئے انکی تعلیم و تربیت ان کی والدہ نے کی۔

تعلیم کا آغاز علم فقہ سے کیا اور ۱۵ سال کی عمر میں ان کو فقہ پر مکمل عبور حاصل ہوگیا تھا اور اس دور میں آپ نے امام وکیع اور امام عبداللہ بن مبارک کی تصنیفات کا مطالعہ کیا (۱۵)

اس کے بعد اپنی والدہ اور بڑے بھائی کے ساتھ حج کے لیے مکہ مکرمہ گئے آپ کی والدہ اور بھائی حج سے فارغ ہوکر بخارا آگئے لیکن امام بخاری مکہ معظمہ میں رہ گئے اور ۲ سال تک مکہ معظمہ میں رہ کر علم سے استفادہ کیا اور اس کے بعد مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور مدینہ منورہ میں آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں **روضة من رياض الجنة** کے پاس چاندنی راتوں میں اپنی دو کتابیں **قضايا الصحابه والتابعين** اور **التاريخ الكبير** مکمل کرلیں۔

۲۱۰ھ میں تحصیل حدیث کے لئے سفر کا آغاز کیا اور سلسلہ میں آپ شام، مصر، جزیرہ، بغداد آٹھ مرتبہ اور حجاز گئے بغداد آپ ۸ مرتبہ تشریف لے گئے نیشاپور کا سفر بھی کیا۔

آپ جس جگہ بھی تشریف لے گئے۔ ہر جگہ اساطین فن اور ارباب فضل و کمال سے اکتساب فیض کیا۔ ان کے شیوخ و اساتذہ کی تعداد بہت زیادہ ہے اور خود امام صاحب کا بیان ہے میں نے ۱۰۸۰ آدمیوں سے حدیثیں لکھیں۔ لیکن آپ نے سب سے زیادہ استفادہ امام علی بن مدینی (م ۲۳۴ھ) اور امام اسحاق بن راھویہ (م ۲۳۸ھ) سے کیا۔

امام بخاری کے تلامذہ اور مستفیدین کا حلقہ بہت وسیع ہے اور دنیائے اسلام کے مختلف گوشوں سے لوگ آپ کے درس میں حاضر ہوتے تھے اور آپ کے تلامذہ میں اکابر محدثین شامل ہیں۔

ارکان صحاح ستہ میں امام مسلم (۲۶۱ھ) امام ترمذی (م ۲۷۹ھ) اور امام نسائیؒ (م ۳۰۳ھ) شامل ہیں انکے علاوہ امام ابوزرعہ رازی (م ۲۶۴ھ) امام ابو حاتم (م ۲۶۴ھ) امام ابن خزیمہ (م ۳۱۱ھ) اور امام محمد بن نصر مروزی (م ۲۹۴ھ) بھی آپ کے تلامذہ میں شامل ہیں (۱۹)

امام بخاری کا حافظہ غیر معمولی تھا۔ ان کے حافظہ کے کئی واقعات محدثین کرام اور ارباب سیر نے اپنی کتابوں میں نقل کئے ہیں۔ امام صاحب فرماتے ہیں کہ مجھے ایک لاکھ صحیح اور دو لاکھ غیر صحیح حدیثیں زبانی یاد ہیں اور جامع صحیح بخاری کو میں نے چھ لاکھ احادیث سے منتخب کیا ہے۔ (۲۰)

امام بخاری زہد و تقوی میں صاحب کمال ہونے کے ساتھ ساتھ جود و سخا میں بھی بے مثال تھے۔ ان کے والد امام اسماعیل نے زر کثیر چھوڑا تھا۔ جس کو آپ نے اللہ تعالی کی راہ میں خرچ کردیا تھا۔ امام صاحب فطرتاً نہایت غیور اور خوددار تھے مگر اس کے ساتھ طبعیت میں سادگی قناعت اور انکسار بھی موجود تھا بڑے خاموش طبع تھے کبھی کسی شخص کی غیبت نہیں کی۔ فرمایا کرتے تھے کہ ... میں نے زندگی بھر کسی کی غیبت نہیں کی اور اس یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ اللہ تعالی قیامت کے روز مجھے اس بارے میں سوال نہیں کرے گا۔ (۲۱)

امام بخاری کے علم وفضل کا اعتراف آپ کے اساتذہ، تلامذہ اور معاصرین نے کیا ہے۔ حافظ ابن حجر کہتے ہیں۔
کہ امام بخاری کی مدح و توصیف میں اگر علمائے اسلام کے اقوال جمع کئے جائیں تو کاغذ اور روشنائی ختم ہوجائے

سفینہ چاہیے اس بحر بے کراں کے لئے (۲۲)

امام محمد بن اسماعیل بخاری نے شوال ۲۵۶ھ کی چاند رات کو سمرقند کے قریب خرتنگ میں ۶۲ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ (۲۳)

امام بخاری صاحب تصانیف تھے اور تذکرہ نگاروں نے آپ کی ۲۲ مشہور کتابوں کے نام لکھے ہیں لیکن ان سب میں آپ کی سب سے زیادہ مشہور کتاب الجامع الصحیح البخاری ہے۔ اور اس کتاب کی شہرت و مقبولیت کی وجہ سے آپ کو "امیر المؤمنین فی الحدیث" اور "امام المحدثین" کے القاب ملے اور اس کتاب کے عوض جو رتبہ اور فضیلت امام بخاری کو حاصل ہوئی وہ کسی اور محدث کو حاصل نہیں ہوئی۔ محدثین کرام اور ارباب سیر نے الجامع الصحیح البخاری کے بے شمار محاسن اور فضائل بیان کئے ہیں اور اس کی صحت پر تمام محدثین کا اتفاق ہے (۲۴) اور حدیث کی کوئی کتاب کسی لحاظ سے بھی اس کا مقابلہ نہیں کرسکتی (۲۵)

**حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ (م ۱۱۷۶ھ) لکھتے ہیں۔**

جو شخص اس کتاب کی عظمت کا قائل نہ ہو وہ مبتدع ہے اور مسلمانوں کی راہ کے خلاف چلتا ہے۔ (۲۶)

**اور امام بخاری اپنی اس کتاب کے بارے میں فرماتے ہیں کہ۔** مسجد حرام (بیت اللہ) میں میں نے اس کتاب کو تالیف کیا۔ میں دو رکعت نماز پڑھ کر ہر حدیث پر استخارہ کرتا جب مجھے اچھی طرح اس کی صحت کا یقین ہوجاتا تو الجامع الصحیح میں داخل کرتا اس کو میں نے اپنی نجات کے لئے حجت بنایا ہے اور چھ لاکھ صحیح احادیث میں سے انتخاب کیا ہے (۲۷)

## حواشی

(۱۴) مقدمہ فتح الباری ص ۴۷۸ (۱۵) طبقات الشافعیۃ ج ۲ ص ۴ (۱۶) تہذیب الکمال (۱۷) تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۱۳۴ (۱۸) تہذیب الاسماء واللغات ص ۷۳ (۱۹) تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۱۳۶ (۲۰) مقدمہ ارشاد الساری ص ۲۹۰ (۲۱) مقدمہ فتح الباری ص ۴۸۲ (۲۲) تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۷۰ (۲۳) مقدمہ فتح الباری ص ۲۴ (۲۴) مقدمہ صحیح مسلم ص ۱۱ (۲۵) البدایہ والنہایہ ج ۱۱ ص ۲۸ (۲۶) حجۃ اللہ البالغۃ ج ۱ ص ۲۹۷ (۲۷) سیرۃ البخاری ص ۱۸۶

# امام مسلمؒ

امام مسلم بن حجاج کا تعلق خراسان کے شہر نیشاپور سے تھا جہاں آپ ۲۰۴ھ میں پیدا ہوئے۔ (۲۸)

جس دور میں امام مسلم پیدا ہوئے اس وقت علم حدیث ایک مستقل فن کی حیثیت اختیار کر چکا تھا اور محدثین کرام کی ایک کثیر تعداد مختلف اسلامی ممالک میں درس حدیث میں مصروف تھی۔ نیشاپور بھی ان دنوں علم وفن کا مرکز تھا اور محدثین کی ایک کثیر تعداد یہاں موجود تھی اور اس وقت بغداد کے بعد اس کا دوسرا نمبر تھا (۲۹)

امام مسلم نے نیشاپور میں امام اسحاق بن راہویہ (م ۲۳۸ھ) سے استفادہ کیا اور اس کے بعد تحصیل حدیث کے لیے عراق حجاز شام اور مصر کے سفر کئے اور ہر جگہ اساطین فن سے اکتساب فیض کیا (۳۰)

آپ کے اساتذہ و شیوخ کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ امام احمد بن حنبل (م ۲۴۱ھ) اور امام محمد بن اسماعیل بخاری (م ۲۵۶ھ) آپ کے اساتذہ میں شامل ہیں اور انکے تلامذہ میں امام ترمذی (م ۲۷۹ھ) امام ابن خزیمہ (م ۳۱۱ھ) اور امام ابو حاتم رازی (م ۲۶۴ھ) اکابر محدثین شامل ہیں (۳۱)

امام مسلم کے علم و فضل، تبحر علمی، ورع، قوت حافظہ، عدالت و ثقاہت، حفظ و ضبط، امانت دیانت، زہد و تقویٰ اور طہارت کا علمائے اسلام نے اعتراف کیا ہے فن حدیث امام بخاری، امام مسلم شیخین کے لقب سے یاد کئے جاتے ہیں

امام نووی لکھتے ہیں :- امام مسلم کی جلالت و عظمت شان اور امامت پیشوائے فن ہونے پر امت مسلمہ کا اجماع و اتفاق ہے۔ (۳۲) ان کی پوری زندگی اتباع سنت کا نمونہ تھی۔ اپنے استاذ امام بخاری کی طرح پوری زندگی نہ کسی کی غیبت کی اور نہ کسی پر سب و شتم کیا (۳۳)

امام مسلم اپنے اساتذہ و شیوخ کا بہت احترام کرتے تھے خاص کر امام بخاری کے علمی تبحر اور انکے زہد و ورع کے بہت معترف تھے ایک دفعہ آپ امام بخاری کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فرمایا:

"اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ آپ کی مثل اس دنیا میں کوئی اور نہیں" (۳۴)

امام مسلم کی وفات کا واقعہ حیرات انگیز ہے ایک دن مجلس درس میں ایک حدیث کے بارے میں ان سے دریافت کیا گیا جو اس وقت آپ کو یاد نہ تھی گھر آکر اس حدیث کو تلاش کرنے لگے اور اس کے ساتھ چھوہارے جو آپ کی خدمت میں پیش کیے گئے تھے کھانے لگے حدیث بھی مل گئی اور چھوہارے بھی ختم ہوگئے چونکہ بے خیالی میں بہت زیادہ چھوہارے کھا گئے تھے ان کا منفی اثر ہوا۔ جو آپ کی موت کا باعث بن گیا آپ نے ۲۵ رجب ۲۶۱ھ کو ۵۵ سال کی عمر مین انتقال کیا (۳۵)

امام مسلم صاحب تصانیف کثیرہ تھے۔ آپ نے ۲۳ کے قریب کتابیں لکھیں لیکن ان میں سب سے زیادہ شہرت آپکی الجامع الصحیح المسلم کو نصیب ہوئی۔ امام مسلم نے اس کتاب میں صرف ان صحیح احادیث کو جمع کیا ہے جن کی صحت پر مشایخ وقت کو اتفاق تھا۔ چنانچہ فرماتے ہیں:-

ہر وہ حدیث جو میرے نزدیک صحیح ہے اس کو میں نے یہاں درج نہیں کیا۔
میں نے تو یہاں صرف ان احادیث کو درج کیا ہے جن کی صحت پر شیوخ وقت کا اجماع ہے۔ (۳۶)

کتب حدیث میں صحیح مسلم بلند مرتبہ و مقام کی حامل ہے اور اس کا درجہ صحیح بخاری کے بعد ہے امام نووی فرماتے ہیں کہ۔

کتاب اللہ کے بعد صحیحین (بخاری و مسلم) کا مرتبہ ہے اور امت نے ان دونوں کتابوں کی صحت پر اتفاق کیا ہے البتہ صحیح بخاری دیگر فوائد و معارف کے لحاظ سے سب سے فائق اور ممتاز ہے۔ (۳۷)

امام مسلم نے الجامعہ الصحیح المسلم کا ایک علمی، تحقیقی اور جامع مقدمہ بھی لکھا ہے اس مقدمہ میں آپ نے بہت سے علمی مباحث پر بحث کی ہے امام مسلم کے بعد کے محدثین کرام نے اس مقدمہ کی بہت تعریف و توصیف کی ہے (۳۸)

حواشی

(۲۸) التذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۱۶۵ (۲۹) طبقات الشافعیہ ص ۱۷۳ (۳۰) تاریخ ابن خلکان ج ۲ ص ۱۳۵ (۳۱) تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۱۶۵ (۳۲) تہذیب الاسماء ج ۲ ص ۹۰ (۳۳) تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۱۴۶ (۳۴) مقدمہ فتح الباری ص ۴۸۵ (۳۵) تاریخ ابن خلکان ج ۲ ص ۱۲۷ (۳۶) صحیح مسلم باب التشہد (۳۷) مقدمہ شرح نووی ص ۱۳ (۳۸ ۹۳۸ سیرت البخاری ص ۴۱۴)

# امام ابوداؤدؒ

امام ابوداؤد کا نام سلیمان بن اشعث تھا اور آپ سجستان کے رہنے والے تھے اور سجستان کے بارے میں علماء میں اختلاف ہے کہ یہ قصبہ کس ملک میں تھا؟ ابن خلکان کی رائے ہے کہ سجستان کے قریب ایک قصبہ تھا (۳۹) اور حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی کی تحقیق یہ ہے کہ ہرات اور سندھ کے درمیان ایک شہر تھا (۴۰) اور یاقوت حموی (م ۶۲۶ھ) لکھتے ہیں کہ۔ سجستان خراسان کے اطراف میں ایک شہر تھا۔ (۴۱)

امام ابوداؤد کا سن ولادت ۲۰۲ھ ہے لیکن ان کی زندگی کا بیشتر حصہ بغداد میں گزرا۔ تحصیل حدیث کے لئے آپ نے عراق، خراسان، شام، اور الجزیرہ کا سفر کیا اور ہر جگہ ارباب فضل و کمال سے استفادہ کیا۔ (۴۲)

آپ کے اساتذہ اور تلامذہ کا حلقہ بہت وسیع ہے۔ تلامذہ میں صحاح ستہ کے دو ارکان امام ترمذی (م ۲۷۹ھ) اور امام نسائیؒ (م ۳۰۳ھ) آپ کے تلامذہ میں شامل ہیں (۴۳)

امام ابوداؤد علم و فضل، زہد و ورع، یقین و توکل، حفظ و ضبط، امانت و دیانت، تقوی و طہارت میں یکتائے روزگار تھے (۴۴) بہت عبادت گزار بھی تھے اور ارباب سیر و علمائے اسلام نے ان کے علم و فضل اور جلالت علمی کا اعتراف کیا ہے اور انہیں "سید الحفاظ" لکھا ہے اور امام نووی لکھتے ہیں کہ۔

امام ابوداؤد کے علم و فضل اور کمال فہم پر علمائے اسلام کا اتفاق ہے (۴۶)

امام ابوداؤد کو حدیث سے خاص شغف تھا۔ اور اس فن کی آپنے اس قدر خدمت کی کہ ائمہ حدیث اور اہل علم کو یہ کہنا پڑا کہ۔

امام ابوداؤد دنیا میں گویا صرف حدیث کے لیے پیدا کیے گئے تھے اور آخرت میں صرف جنت کے لئے (۴۷)

اور علمائے اسلام نے اس پر بھی اتفاق کیا ہے کہ امام ابوداؤد بلاشک وریب اپنے زمانے میں محدثین کے امام تھے (۴۸)
امام ابوداؤد نے اپنی زندگی کے آخری ۴ سال بصرہ میں گزارے یہاں آپنے ۷۴ سال کی عمر میں ۱۶ شوال ۲۷۵ھ کو انتقال کیا (۴۹)

امام ابوداؤد صاحب تصانیف کثیرہ تھے تذکرہ نگاروں نے ان کی ۱۶ کتابوں کے نام گنائے ہیں لیکن انکی مشہور و معروف کتاب "سنن ابی داؤد" ہے اور اس کی وجہ سے امام ابوداؤد کی شہرت و مقبولیت میں بہت اضافہ ہوا۔ سنن ابی داؤد سے پہلے حدیث کی جو کتابیں مرتب ہوئیں انکا تعلق جوامع ومسانید سے تھا۔ یعنی ان میں سنن، احکام، تفسیر، قصص، اخبار، مواعظ، و آداب ہر قسم کی روایات تھیں لیکن امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں احکام کی روایات جمع کیں جیسا کہ امام صاحب اہل مکہ کے نام اپنے خط میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

میں نے سنن میں صرف احکامی روایات جمع کی ہیں زہد اور
فضائل اعمال وغیرہ کی احادیث اس میں شامل نہیں ہیں
اس کی جملہ ۴ ہزار احادیث احکام ومسائل سے متعلق ہیں (۵۰)

امام ابوداؤد نے اپنی سنن کو ۵ لاکھ سے انتخاب کرکے اس کو مرتب فرمایا اور اس میں ۴۸۰۰ احادیث درج ہیں (۵۱)
سنن ابوداؤد کی علمائے اسلام نے تعریف وتوصیف کی ہے۔ امام خطابی (م ۳۸۸ھ) کہتے ہیں، کہ سنن ابی داؤد جیسی کتاب علم دین کے بارے میں ابھی تک نہیں لکھی گئی (۵۲) اور حافظ ابن القیم (م ۷۵۱ھ) کی رائے یہ ہے کہ:

امام ابو داؤد نے ایسی کتاب لکھی ہے جو مسلمانوں کے درمیان حکم
ثابت ہوئی اور اختلافی مسائل میں فیصلہ کن ثابت ہوئی (۵۳)

امام نووی نے امام حسن بن محمد کا یہ قول نقل کیا ہے کہ۔ مجھے خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ آپؐ فرمارہے تھے:

جن کو مری سنن مطلوب ہوں، وہ سنن ابی داؤد کا مطالعہ کرے (۵۴)

امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ میرے اس مجموعہ احادیث میں صرف ۴ احادیث انسان کو دین پر عمل کرنے کے لئے کافی ہیں۔

(۱) تمام اعمال کی مقبولیت کا دارومدار صرف نیتوں پر ہے۔
(۲) انسان کے اسلام کا حسن یہ ہے کہ وہ لایعنی باتیوں کو چھوڑدے۔
(۳) مومن حقیقی مومن نہیں ہوسکتا جب تک اپنے بھائی کے لئے وہی بات پسند نہ کرے جس کو اپنے لیے پسند کرتا ہے
(۴) حلال وحرام واضح ہیں مگر ان کے درمیان بعض مشتبہ ومشکوک چیزیں بھی ہیں جو ان سے بچے گا وہ اپنے دین اور اپنی عزت کو محفوظ کرسکے گا۔

ان احادیث کے بارے میں **حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی** (م ۱۲۳۹ھ) فرماتے ہیں۔

پہلی حدیث عبادات کی صحت وادائیگی کی حفاظت کے لئے ہے۔

دوسری حدیث عمر عزیز کے اوقات کی حفاظت کے لئے ہے

تیسری حدیث پڑوسیوں، قرابتداروں، متعارف لوگوں اور متعلقین وغیرہ کے حقوق کی ادائیگی کے لئے ہے۔

چوتھی حدیث ان تمام شکوک وشبہات کے ازالہ کے لئے کافی ہے جو علماء کے اختلاف ودلائل کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ (۵۵)

## حواشی

(۳۹) تاریخ ابن خلکان ج ۱ ص ۲۰۱ (۴۰) بستان المحدثین ص ۱۰۷ (۴۱) معجم البلدان ج ۵ ص ۲۷ (۴۲) اتحاف النبلاء (۴۳) تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۱۵۲ (۴۴) ) اتحاف النبلاء ص ۲۵۷ (۴۵) تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۱۵۳ (۴۶) تہذیب الاسماء واللغات ج ۲ ص ۲۹۹ (۴۷) تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۱۵۳ (۴۸) تاریخ ابن خلکان ج ۲ ص ۱۳۹ (۴۹) ایضاً (۵۰) رسالہ ابی داؤد اہل مکہ ص ۸ (۵۱) تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۱۵۴ (۵۲) مقدمہ معالم السنن ص ۴ (۵۳) تہذیب السنن ص ۲۲ (۵۴) تہذیب الاسماء واللغات ج ۲ ص ۲۳۷ (۵۵) بستان المحدثین ص ۱۰۷

# امام ترمذیؒ

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی ۲۰۹ھ میں ترمذ میں پیدا ہوئے، ترمذ ایک قدیم شہر ہے جو دریائے جیحون کے کنارے واقع ہے (۵۶)

امام ترمذی جس دور میں پیدا ہوئے۔ اس وقت علم حدیث اکناف عالم میں پھیل چکا تھا۔ بالخصوص خراسان اور ماوراء النہر کے علاقوں کو مرکزی حیثیت حاصل تھی اور امام المحدثین محمد بن اسماعیل بخاری (م ۲۵۶ھ) کی مسند درس بچھ چکی تھی۔ چنانچہ امام ترمذی نے تحصیل حدیث کے لئے خراسان، ماوراء النہر، عراق اور حجاز کا سفر کیا اور ہر جگہ اساطین علم وفن سے استفادہ کیا (۵۷)

امام ترمذی کے اساتذہ و شیوخ کی تعداد بہت زیادہ ہے اس لئے ان کا استقصاء دشوار ہے۔ تاہم امام محمد بن اسماعیل بخاری (۲۵۶ھ) امام مسلم بن حجاج (م ۲۶۱ھ) اور امام ابوداؤد سجستانی (م ۲۷۵ھ) انکے اساتذہ میں شامل ہیں (۵۸)

امام ترمذی نے سب سے زیادہ اکتساب فیض امام بخاری سے کیا اور آپ امام بخاری کے مایہ ناز شاگرد تھے اور

امام بخاری کو اپنے اس لائق شاگرد پر بہت ناز تھا اور امام بخاری نے ان کو ان الفاظ میں سند عطا کی:

جس قدر استفادہ تم نے مجھ سے کیا ہے اس سے زیادہ میں نے تم سے کیا ہے۔ (۵۹)

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (م ۱۲۳۹ھ) لکھتے ہیں،

امام ترمذی امام بخاری کے شاگرد شمار ہوتے ہیں، مسلم اور ابوداؤد اور ان کے شیوخ سے بھی روایت کرتے ہیں علم حدیث کی طلب میں انہوں نے بصرہ، کوفہ، واسط، رے، خراسان اور حجاز میں بہت سال گزارے (۶۰)

جس طرح امام ترمذی کے اساتذہ و شیوخ اپنے وقت کے اساطین فن تھے۔ اسی طرح آپ کے تلامذہ میں بھی بڑے بڑے جلیل القدر ائمہ حدیث شامل تھے۔ حافظ ابن حجر (م ۸۵۲ھ) لکھتے ہیں:

ان کے علمی کمالات نے انکی ذات کو طالبان حدیث کا مرجع بنادیا تھا۔ ان کے تلامذہ میں خراسان، اور ترکستان کے علاوہ دنیائے اسلام کے مختلف گوشوں کے رہنے والوں کے نام ملتے ہیں۔ (۶۱)

امام ترمذی کا اپنے استاذ امام بخاری کی طرح حافظہ بہت قوی تھا، جو کتاب ایک نظر دیکھتے یا کوئی حدیث کسی استاذ سے سنتے ذہن پر نقش ہوجاتی۔ ارباب سیر نے ان کے قوت حافظہ کے بہت سے واقعات اپنی کتابوں میں درج کئے ہیں۔

امام ترمذی کے علم و فضل کا علمائے اسلام نے اعتراف کیا ہے۔ حافظ ذہبی (م ۷۴۸ھ) لکھتے ہیں،

امام بخاری کے انتقال کے بعد خراسان میں ابو عیسیٰ ترمذی کی مانند کوئی محدث پیدا نہیں ہوا۔ انکے زہد و تقویٰ اور وسعت علم اور کثرت حفظ میں ان کوئی مثیل و نظیر نہیں گزرا (۶۲)

امام ترمذی حدیث کے علاوہ تفسیر اور فقہ میں بھی یکتائے زمانہ تھے۔ جامع ترمذی میں آپ نے ابواب التفسیر کے تحت آیات قرآنی سے متعلق جو احادیث نبوی اور آثار صحابہ جمع کئے ہیں ان سے تفسیر کے متعلق ان کے علم و فضل اور تفقہ کا اندازہ ہوتا ہے۔ (۶۳)

عبادت و ریاضت میں امام ترمذی بے مثال تھے خشیت الٰہی سے دل اتنا لبریز تھا کہ ہر وقت رویا کرتے تھے اور روتے روتے ان کی آنکھوں کی بینائی جاتی رہی۔ امام ترمذی نے ۷۰ سال کی عمر میں ۲۷۹ھ میں انتقال کیا۔ (۶۴)

تذکرہ نگاروں نے انکی چھ کتابوں کے نام لکھے ہیں۔ لیکن ان کی تصنیفات میں انکی مشہور کتاب "الجامع الترمذی" ہے جو آپ کے وسعت نظر، ذکاوت فہم اور کمال حافظہ ایک زندہ جاوید ثبوت ہے۔ (۶۵)

امام ترمذی نے اپنی کتاب کا نام جامع رکھا۔ اور جامع اس کو کہا جاتا ہے کہ جس میں آٹھ قسم کے مضامین جمع کئے جائیں اور وہ مضامین یہ ہیں۔

(۱) سیر (۲) آداب (۳) عقائد (۴) تفسیر (۵) فتن (۶) احکام (۷) اشراط (۸) مناقب

امام ترمذی جب یہ کتاب مکمل کر کے علمائے حجاز کے سامنے پیش کی تو بہت نے اس کو پسند کیا اور داد تحسین دی اس لئے علمائے اسلام نے کہا ہے کہ،

جس گھر میں جامع ترمذی ہو گویا اس گھر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود گفتگو فرمارہے ہیں (۶۶)

علمائے اسلام نے جامع ترمذی کے محاسن وفضائل بیان کئے ہیں ۔
حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ( م ۱۱۷۶ھ ) لکھتے ہیں کہ:
جامع ترمذی مجتہد کے لئے کافی ہے اور مقلد کے لئے دوسری کتابوں سے بے نیاز کرنے والی ہے ۔ ( ۶۷ )
اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے جامع ترمذی کو حدیث کی بہترین کتابوں میں شمار کیا ہے ( ۶۸ )

## حواشی

( ۵۶ ) مرقات المفاتیح ج ۱ ص ۲۱ ( ۵۷ ) تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۲۷۹ ( ۵۸ ) تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۲۱۷ ( ۵۹ ) تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۲۸۹ ( ۶۰ ) بستان المحدثین ص ۲۰ ( ۶۱ ) تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۲۸۷ ( ۶۲ ) تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۱۸۸ ( ۶۳ ) اتحاف النبلاء ص ۳۸۷ ( ۶۴ ) تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۲۰۸ ( ۶۵ ) ظفر الامانی ص ۳۲۲ ، مقدمہ ابن صلاح ص ۱۹۲ ( ۶۶ ) تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۲۰۸ ( ۶۷ ) حجۃ اللہ البالغۃ ج ۱ ص ۱۳۱ ( ۶۸ ) بستان المحدثین ص ۱۲۱

# امام نسائیؒ

امام ابو عبدالرحمان احمد بن علی بن شعیب نسائی صحاح ستہ کے رکن ہیں آپ ۲۱۵ھ میں نساء میں پیدا ہوئے ۔ نساء خراسان کا مشہور شہر ہے جہاں بہت سے ارباب علم وفن پیدا ہوئے ۔ ( ۶۹ )

امام نسائی نے اپنی تعلیم کا آغاز اپنے وطن میں ہی کیا اور علمائے نساء سے علوم دینیہ کی تعلیم حاصل کی ۔ ( ۷۰ )

امام نسائی نے جس دور میں جنم لیا ۔ اس وقت علم حدیث کی تحصیل کے لئے گھر بار چھوڑنا اور دور دراز ممالک کا سفر کرنا مسلمانوں کا خصوصی شعار بن چکا تھا ۔ چنانچہ امام نسائی نے بھی تحصیل حدیث کے لئے ۲۳۰ھ میں سفر کا آغاز کیا ۔ پہلے آپ بلخ تشریف لے گئے اور امام حدیث قتیبہ بن سعید ( م ۲۴۰ھ ) سے استفادہ کیا اس وقت آپ کی عمر ۱۵ سال تھی ( ۷۱ )

بلخ میں امام قتیبہ بن سعید سے استفادہ کے بعد امام نسائی خراسان ، عراق ، حجاز ، جزیرہ ، شام ، اور مصر تشریف لے گئے اور ہر جگہ اساطین علم وفن سے اکتساب فیض کیا ۔ ( ۷۲ )

تحصیل تعلیم کے بعد امام نسائی نے مصر میں سکونت اختیار کرلی اور اسی کو اپنے علوم کی اشاعت کا مرکز بنا ۔ ( ۷۳ )

مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی ( م ۱۰۵۲ھ ) فرماتے ہیں:
مصر میں سکونت اختیار کی اور انکی تصانیف ملک بھر میں پھیل گئیں اور بہت سے لوگوں نے ان سے اخذ و استفادہ کیا اور آخری زندگی میں مصر سے دمشق آگئے ( ۷۴ )

امام نسائیؒ کے اساتذہ اور شیوخ کی تعداد بہت زیادہ ہے آپ کے اساتذہ میں امام محمد بن اسماعیل بخاری (م ۲۵۶ھ) جیسے نام بھی شامل ہیں اور آپ کے تلامذہ میں اکابر محدثین کرام کے نام ملتے ہیں۔ جیسے امام ابن السنی (م ۳۶۴ھ، امام محمد بن قاسم الاندلسی م ۳۲۸ھ) اور امام علی بن جعفر طحاوی (م ۳۵۸ھ) (۷۵ وغیرہ)

امام نسائیؒ زہد و ورع، تقویٰ و طہارت اور عبادت و ریاضت میں یکتائے زمانہ تھے۔ صوم داؤدی کے پابند تھے۔ ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن افطار کرتے تھے۔ (۷۶)

علمائے اسلام اور تذکرہ نگاروں نے امام نسائیؒ کے علم و فضل، حفظ وضبط، عدالت وثقاہت، امانت و دیانت کا اعتراف کیا ہے۔ امام دارقطنی (م ۳۸۵ھ) سے فرماتے ہیں کہ امام نسائیؒ حدیث کے حفظ وضبط و مراتب میں اپنے زمانے میں تمام اہل علم سے ممتاز تھے۔ (۷۷) اور مورخ ابن خلکان (م ۶۸۱ھ) نے انہیں امام حدیث کا لقب دیا ہے (۷۸) علم حدیث میں صاحب کمال ہونے کے ساتھ ساتھ دوسرے علوم دینیہ میں بھی فائق تھے۔ (۷۹)

امام نسائیؒ کو جو شہرت و عظمت مصر میں حاصل ہوئی اس پر حاسدین نے آپ کو تنگ کرنا شروع کردیا۔ جس کی بناء پر آپ نے مصر سے سکونت ترک کرکے دمشق چلے آئے اور دمشق میں بھی حاسدین نے آپ کو چین سے رہنے نہ دیا اور آخر ایک دن آپ کو زدوکوب کیا۔ جس سے آپ نیم جان ہوگئے اور آخر آپ نے ۱۳ صفر ۳۰۳ھ کو ۸۸ سال کی عمر میں رملہ میں انتقال کیا۔ (۸۰)

ارباب سیر اور ائمہ محدثین نے آپ کی ۱۱ کتابوں کے نام گنائے ہیں۔ لیکن آپ کی تصانیف میں سب سے زیادہ شہرت و مقبولیت "سنن نسائی" کو حاصل ہوئی۔ جس کا دوسرا نام "سنن صغری" ہے۔ کتب صحاح میں جو مقبولیت صحیح بخاری اور صحیح مسلم کو حاصل ہے وہ دوسری کتابوں کو نصیب نہیں ہوسکی۔ علمائے کرام نے سنن نسائی کو سنن ابی داؤد اور جامع ترمذی کے بعد رکھا ہے اور سنن نسائی کا صحاح ستہ میں شامل ہونا اس کی عظمت و اہمیت کا ثبوت ہے۔

سنن نسائی بھی دوسری کتب صحاح کی طرح بہت سی خصوصیات کی حامل ہے۔ حافظ عبداللہ بن رشد (م ۷۲۱ھ) فرماتے ہیں:

یہ کتاب علم سنن میں جتنی کتابیں تالیف ہوئی ہیں ان سب میں تالیف کے لحاظ سے انوکھی اور ترتیب کے لحاظ سے بہترین ہے اور بخاری و مسلم دونوں کے طریقہ کی جامع ہے نیز علل حدیث کے ایک خاص کا بیان بھی اس میں آگیا ہے۔ (۸۱)

امام خطابی (م ۳۸۸ھ) فرماتے ہیں،

علم دین میں اس سے بہتر کوئی کتاب تیار نہیں کی جاسکتی اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم سے زیادہ امور فقہیہ اس میں موجود ہیں (۸۲)

محدث ابوالحسن معافری (م ۴۰۳ھ) فرماتے ہیں:

جب تمام محدثین کی جمع کردہ حدیثوں پر نظر ڈالو گے تو جس حدیث کی امام نسائی نے تخریج کی ہوگی۔ وہ دوسروں کی روایت کردہ حدیث کی بہنسبت صحت سے زیادہ قریب ہوگی۔ (۸۳)

امام نسائی امام بخاری کے شاگرد ہیں اور ان کی شخصیت سے زیادہ متاثر معلوم ہوتے ہیں۔ اس لئے انہوں نے اپنی کتاب میں امام بخاری اور امام مسلم کے طریقے کو جمع کرنے کی کوشش فرمائی ہے اور علل حدیث کا بیان اس پر مستزاد ہے۔ اس کے ساتھ حسن ترتیب اور جودت تالیف میں بھی ممتاز ہے۔ (۸۴)

## حواشی

(۶۹) بستان المحدثین ص ۱۲۳ (۷۰) سیرت البخاری ص ۴۳۵ (۷۱) تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۵۴ (۷۲) بستان المحدثین ص ۱۲۳ (۷۳) تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۲۴۲ (۷۴) اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۱۷ (۷۵) تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۳۸ (۷۶) ایضاً (۷۷) تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۲۴۲ (۷۸) تاریخ ابن خلکان ج ۱ ص ۵۹ (۷۹) تذکرۃ المحدثین ج ۱ ص ۳۷۵ (۸۰) تاریخ ابن خلکان ج ۱ ص ۵۹ (۸۱) مقدمہ زہر الربیٰ (۸۲) المنتظم ج ۶ ص ۱۳۳ (۸۳) مقدمہ زہر الربیٰ (۸۴) مقدمہ فتح الباری ص ۸

# امام ابن ماجہؒ

امام ابن ماجہ کی کنیت ابوعبداللہ اور نام محمد بن عبداللہ بن یزید عبداللہ تھا۔ اور والدہ کا نام ماجہ تھا (۸۵) لیکن ابن ماجہ کے لقب سے مشہور ہوئے۔ آپ ایران کے شہر قزوین میں ۲۰۹ھ میں پیدا ہوئے۔ (۸۶)

امام ابن ماجہ نے جب شعور کی آنکھیں کھولیں تو قزوین میں بڑے بڑے صاحب علم و فضل موجود تھے۔ امام صاحبؒ نے پہلے ان سے علوم دینیہ میں تحصیل کی (۸۷) ۲۳۱ھ میں ۲۱ سال کی عمر میں تحصیل حدیث کے لئے سفر کا آغاز کیا۔ اس وقت علم حدیث انتہائی عروج پر تھا۔ اور آپ نے طلب حدیث کے سلسلہ میں مختلف شہروں کا سفر کیا۔

مورخ ابن خلکان (م ۶۸۱ھ) اور حافظ ابن حجر عسقلانی (م ۸۵۲ھ) لکھتے ہیں کہ،

امام ابن ماجہ نے تحصیل حدیث کے لئے عراق، بصرہ، کوفہ، بغداد، مکہ، شام، مصر، رے، خراسان، اور دیگر بلاد کا سفر کیا۔ (۸۸)

امام ابن ماجہ کے اساتذہ وتلامذہ کی فہرست طویل ہے۔ حافظ ابن حجر نے ان کے اساتذہ وتلامذہ کی فہرست اپنی کتاب "تہذیب التہذیب" میں درج کی ہے۔ مشہور محدث ابوبکر بن ابی شیبہ (م ۲۳۵ھ) میں امام ابن ماجہ کے اساتذہ میں شامل ہیں۔

امام ابن ماجہ کے علم و فضل، جلالت شان، اور ان کی عظمت و ثقاہت کا اعتراف ہر دور کے علماء کرام نے کیا ہے

علامہ ابن خلکان (م ۶۸۱ھ) نے لکھا ہے کہ:

امام ابن ماجہ فن حدیث کے امام اور اس کے متعلقات پر بڑا عبور رکھتے تھے۔ (۸۹)

حافظ ابو یعلی خلیلی (م ۴۰۷ھ) کا قول ہے کہ:

امام ابن ماجہ بلند پایہ، معتبر اور لائق صحبت محدث تھے انکی عظمت و ثقاہت پر اتفاق ہے۔ (۹۰)

حافظ ذہبی (م ۷۴۸ھ) نے انکو حافظ وضابط، صادق القول اور وسیع العلم لکھا ہے۔ (۹۱) اور حافظ ابن حجر (م ۸۵۲ھ) نے انہیں "حافظ حدیث" اور "امام فن" کے الفاظ سے یاد کیا ہے۔ (۹۲)

امام ابن ماجہ علم و فضل کی طرح دین اور تقوی اور زہد و ورع کے بھی جامع تھے احکام شریعت کی شدت سے پابندی کرتے تھے۔ اور اصول و فروع میں پورے طور پر متبع سنت تھے اس پر سنن شاہد ہے (۹۳)

امام ابن ماجہ نے ۲۲ رمضان المبارک ۲۷۳ھ میں ۶۴ سال کی عمر میں قزوین میں انتقال کیا (۹۴)

امام صاحب کی تصانیف میں صرف تین کتابیں ملتی ہیں:

(۱) التفسیر (۲) التاریخ (۳) السنن

التفسیر کے بارے میں حافظ ابن کثیر (م ۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

ابن ماجہ کی ایک جامع اور ضخیم تفسیر ہے۔ (۹۵)

التاریخ کے بارے میں علامہ ابن خلکان (م ۶۸۱ھ) نے اپنی تاریخ میں حافظ ابوزرعہ (م ۲۲۴ھ) کا یہ قول نقل کیا ہے کہ:

قزوین میں میری نظر سے ابن ماجہ کی تاریخ گزری تھی۔ یہ دراصل عہد صحابہؓ سے لے کر مصنف کے زمانے تک کی تاریخ اور بلاد اسلامیہ اور راویان حدیث کے حالات پر مشتمل تھی۔ (۹۶)

امام ابن ماجہ کا سب سے بڑا علمی کارنامہ انکی ممتاز اور شہرہ آفاق کتاب "سنن ابن ماجہ" ہے۔ اس کتاب کی وجہ سے امام ابن ماجہ کو بڑی شہرت اور مقبولیت حاصل ہوئی۔ سنن ابن ماجہ کی افادیت اور اہمیت پر علمائے اسلام کا اتفاق ہے اور اس کتاب کو اسلام کی بہترین کتابوں میں شمار کیا جاتا ہے۔

حافظ ابن کثیر (م ۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

یہ کتاب نہایت مفید اور مسائل فقہ کے لحاظ سے اس کی ترتیب و تبویب ہے۔ (۹۷) حافظ ابن حجر (م ۸۵۲ھ) نے سنن ابن ماجہ کو سنن (احکام) میں ایک عمدہ اور جامع کتاب شمار کیا ہے۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (م ۱۲۳۹ھ) لکھتے ہیں:

فی الحقیقت احادیث کو بلا تکرار بیان کرتے ہیں اور حسن ترتیب و اختصار کے لحاظ سے کوئی کتاب اس کی ہمسر نہیں ہے۔ (۹۹)

حافظ ابوزرعہ رازی (م ۲۶۴ھ) سنن ابن ماجہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

اگر یہ کتاب لوگوں کے ہاتھوں میں پہنچ گئی تو فن حدیث کی اکثر جوامع اور تصنیفات بے کار اور معطل ہوکر رہ جائیں گی۔ (۱۰۰)

حافظ ابن کثیر (م ۷۷۴ھ) البدایہ والنہایہ میں لکھا ہے کہ سنن ابن ماجہ سنن و احکام کی حیثیت سے بہت عمدہ اور جامع کتاب ہے۔ (۱۰۱)

مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی (م ۱۰۵۲ھ) سنن ابن ماجہ کے بارے میں فرماتے ہیں،

اگر کسی شخص کو بہت زیادہ متون پر مشتمل کتاب کی تلاش ہو تو اس کو سنن ابن ماجہ کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ اس وصف میں وہ دوسری کتب حدیث سے منفرد اور ممتاز ہے (۱۰۲)

علمائے اسلام میں سنن ابن ماجہ کو صحاح ستہ میں شامل ہونے میں اختلاف ہے۔

بعض علمائے کرام نے اس کی بجائے موطا امام مالک کو صحاح ستہ میں شامل کیا ہے۔ تاہم جمہور محدثین نے سنن ابن ماجہ کو ہی صحاح ستہ میں شامل کیا ہے لیکن اس کا درجہ سب سے آخر میں رکھا ہے۔

حافظ ابن صلاح (م ۶۴۳ھ) امام نووی (م ۶۷۶ھ) حافظ ابو الفضل محمد بن طاہر مقدسی (م ۵۱۷ھ) حافظ عبدالغنی مقدسی (م ۶۰۰ھ) اور علامہ جلال الدین عبدالرحمان السیوطی (م ۹۱۱ھ) نے سنن ابن ماجہ کو صحاح ستہ میں شامل کرنے پر کافی بحث کی ہے جو انکی کتابوں میں دیکھی جاسکتی ہے۔ (۱۰۳)

مورخ ابن خلکان (م ۶۸۱ھ) نے سنن ابن ماجہ کو صحاح ستہ میں شامل کیا ہے۔ وہ اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں:

حدیث میں ان کی کتاب صحاح ستہ میں سے ایک ہے (۱۰۴)

حواشی

(۸۵) عجالہ نافع معہ فوائد جامعہ ص ۲۸ (۸۶) تاریخ ابن خلکان ج ۲ ص ۲۸۴ (۸۷) ایضاً و تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۵۳۳ (۸۸) تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۲۱۰ (۸۹) تاریخ ابن خلکان ج ۳ ص ۳۰۸ (۹۰) تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۵۳۱ (۹۱) سیر اعلام النبلاء ص ۱۱ (۹۲) تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۵۳۱ (۹۳) البدایہ والنہایہ ج ۱۱ ص ۵۲ (۹۴) تذکرۃ المحدثین ج ۱ ص ۲۴۹ (۹۵) البدایہ والنہایہ ج ۱۱ ص ۵۲ (۹۶) تاریخ ابن خلکان ج ۲ ص ۲۸۴ (۹۷) الباعث الحثیث ص ۹۰ (۹۸) تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۵۳۱ (۹۹) بستان المحدثین ص ۱۲۵ (۱۰۰) تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۲۰ (۱۰۱) البدایہ والنہایہ ج ۱۱ ص ۵۲ (۱۰۲) حواشی سعدی ص ۱۵ (۱۰۳) مقدمہ ابن صلاح ص ۳۸۷، تدریب الروی ص ۳۰ تا ۴۹ (۱۰۴) تاریخ ابن خلکان ج ۱ ص ۵۴۔

## صحاح ستہ کے عربی شارحین

صحاح ستہ بشمول موطا امام مالک عربی اور فارسی میں بے شمار شرحیں لکھی گئی ہیں۔ یہاں صرف ایک ایک عربی شرح کا ذکر کیا جاتا ہے

| | |
|---|---|
| ۱۔ المسوی من احادیث الموطا | شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ( م ۱۱۷۶ھ ) |
| ۲۔ فتح الباری | حافظ ابن حجر عسقلانی ( م ۸۵۲ھ ) |
| ۳۔ المنہاج فی شرح مسلم بن حجاج | امام یحیی بن شرف نووی ( م ۶۷۶ھ ) |
| ۴۔ عون المعبود فی شرح سنن ابی داؤد | مولانا شمس الحق عظیم آبادی ( م ۱۳۲۹ھ ) |
| ۵۔ تحفۃ الاحوذی فی شرح جامع الترمذی | مولانا عبدالرحمن محدث مبارک پوری ( م ۱۳۵۳ھ ) |
| ۶۔ التعلیقات السلفیہ | مولانا محمد عطاالله حنیف بھوجیانی ( م ۱۴۰۸ھ ) |
| ۷۔ شرح سنن ابن ماجہ | شیخ الحدیث مولانا محمد علی جانباز حفظہ اللہ تعالی |

صحاح ستہ کے اردو تراجم

برصغیر پاک وہند میں صحاح ستہ بشمول موطا امام مالک کے اردو تراجم سب سے پہلے مولانا وحید الزمان حیدر آبادی ( م ۱۳۳۸ ھ ) نے کیے تھے۔ ان میں صرف جامع الترمذی کا اردو ترجمہ مولانا بدیع الزمان ( م ۱۳۰۴ھ ) جو مولانا وحید الزمان کے بڑے بھائی تھے۔ نے کیا تھا۔ تفصیل اس طرح ہے :-

۱۔ کشف المغطا عن الموطا
۲۔ تیسیر الباری فی ترجمۃ صحیح البخاری
۳۔ المعلم فی ترجمۃ صحیح السلم
۴۔ الہدی المحمود فی ترجمۃ سنن ابی داؤد
۵۔ جائزۃ الشعوذی فی ترجمۃ جامع الترمذی
۶۔ روض الربی من ترجمۃ المجتبی ( سنن نسائی )
۷۔ رفع العجاجہ من ترجمۃ سنن ابن ماجہ

## حضرت مولانا حافظ محمد عبداللہ صاحب شیخوپوری کا کامیاب آپریشن

جماعت کے مایہ ناز خطیب اور مناظر حضرت مولانا حافظ محمد عبداللہ شیخوپوری دل کے بائی پاس کامیاب آپریشن کے بعد اب گھر منتقل ہوگئے ہیں اور رو بصحت ہیں۔ رئیس الجامعہ علامہ محمد مدنی اور حافظ عبدالحمید عامر نے لاہور ہسپتال اور اور پھر شیخوپورہ میں انکی عیادت کی الحمد للہ وہ بڑی تیزی سے صحت یاب ہورہے ہیں۔ اللہ تعالی انہیں جماعت کے اسٹیج پر مسلک حقہ کی خدمت اور توفیق عطا فرمائے۔ آمین

قارئین صمیم قلب سے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالی حضرت حافظ صاحب کو شفاء کاملہ وعاجلہ سے نوازے۔ آمین

### قارئین کرام کی خدمت میں التماس

مجھے مکہ مکرمہ سے آئے ہوئے چھ ماہ ہورہے ہیں اسی وقت سے مختلف امراض میں مبتلا صاحب فراش ہوں۔ میری روحانی اور جسمانی مکمل صحت کے لیے دعا فرما کر اللہ تعالی سے اجر پائیں۔

کمترین عبدالراحمن عاجز مالیر کوٹلوی فیصل آباد